الحمد لله کہ

حضرات اہلسنت کے عالم جلیل جناب مولوی جلیب احمد صاحب کے

رسالہ دافع الخناس

کا مفصل جواب مسمیٰ بہ

کحل الاعمیٰ

مصنفہ

جناب رفیع الالقاب سلالۃ المصطفین حاج الحرمین الشریفین

ڈپٹی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر و

رئیس کچھوا دام مجدہم

باہتمام سید محمد جعفر پرنٹر پبلشر

مطبع اصلاح کجھوا میں چھپکر شایع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی انزل القران و قال قل ھو للذین امنوا ھدی و شفاءٌ والذین لا یومنون فی اذانھم وقر و ھو علیھم عمی والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و الہ الطیبین الطاہرین

الحمدللہ کہ مولوی حبیب احمد صاحب سپرانداختہ ہوگئے۔ آپنے ایک رسالہ حرز الایمان کے نام سے تحریر فرمایا تھا اور مطالبہ یہ تھا کہ اوس کا جواب آپکے کتاب کے حوالہ سے نہ دیا جاوے اسلئے کہ اوس سے شیعوں کی تصدیق ہوگی، بلکہ شیعہ خود اپنی کتاب کے حوالہ سے ایسا جواب دیویں کہ وہ قابل قبول عقلاء ہو۔ چنانچہ ہم نے اون کا جواب بحوالہ اپنی کتاب قرآن پاک کے دیا اور ایک ایک لفظ کو جو مولوی صاحب نے شیعوں کیطرف منسوب کیا تھا مطابق احکام ربانی و آیات قرآنی ثابت کردیا۔ اس رسالہ کا نام ہمنے ردالوسواس اس غرض سے رکھا تھا کہ جو جواب شیعوں کیطرف منسوب کرکے اونکو بدنما کرکے دکھایا گیا تھا اوسکی بنیاد نرا دزوسواس نہ تھی۔ جیسے بعض لوگ وسواس میں مبتلا ہوکر طاہر شے کو نجس تصور کرنے لگتے ہیں اوسی طور سے اس رسالہ حرز الایمان میں اعمال و افعال و اقوال جو مطابق قرآن پاک ہیں اونکو بدنما کرکے دکھایا گیا تھا اب جب مولوی حبیب احمد صاحب کو یہ منظر نظر آیا تو اس کا جواب تحریر فرمایا اور اپنے جواب کا نام دافع الخناس رکھا معلوم نہیں قرآن کی تلاوت اور اس کے آیات کی یاددہانی آپ کو کیوں اس قدر بُری معلوم ہوئی کہ اس عمل کا نام خناس رکھا گیا۔ کیا تلاوت قرآن سے آپکی وہی حالت ہوتی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ بہر کیف فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

اصل مضمون کے جواب میں مولوی صاحب سے اور کچھ بن نہ پڑا تو قرآن۔حدیث وغیرہ کو چھوڑ کر مجھسے مطالبہ کیا ہے کہ میں پنیل کوڈ اور ضابطہ فوجداری سے اپنی صفائی دوں اور اپنے مطلب کو ثابت کروں۔مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حق وہ امر ہے کہ ہر راہ اور ہر طریقہ سے ثابت ہوتا ہے۔آپکی کتابوں سے میرا حق ہونا ثابت ہوتا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ خود اپنی کتابوں کے ذکر کو اور اپنی تائید میں لانیکو منع فرماتے ہیں۔جب میں نے اپنی کتاب سے جواب دیا تو اب اسکو چھوڑ کر پنیل کوڈ اور ضابطہ فوجداری کیطرف رجوع فرمایا ہے۔اسکے لئے تو کسی بیرسٹر۔وکیل یا مختار کیطرف رجوع کئے ہوتے تو آپکو اتنی دور تکلیف کرنیکی ضرورت نہ پڑتی۔ہاں آپ ایسا کیونکر کرتے اس لئے کہ کسی شیعہ بیرسٹر۔وکیل اور مختار کی طرف تو آپ جاتے نہیں۔اور سنی بیرسٹر۔وکیل اور مختار بغیر فیس کے آپکا جواب نہ دیتے۔پیر جب ہی مرید کو ورد وظائف بتائیں گے جب پلاؤ قورمہ سے اونکا پیٹ بھرے۔خلیفہ اور امام آپ کے ہاں وہی ہے جو سلطنت حاصل کرکے اپنے معین و مددگار کا رشوت سے پیٹ بھر سکے۔بہر کیف میں شیعہ ہوں اور بغیر اجرت کے آپکو بتاتا ہوں کہ ضابطہ فوجداری یہ کہتا ہے کہ جس قانون کی بات ہو وہ اوسی سے حل ہو سکتی ہے۔مثلاً وراثت کی تکرار میں اگر فریق مسلمان ہے تو قرآن اور احادیث سے فیصلہ ہوگا اور اگر ہندو ہے تو اوسکے قانون وراثت سے فیصلہ ہوگا۔اور اگر عیسائی ہے تو اوسکے قانون سے فیصلہ ہوگا۔ہاں پنیل کوڈ یعنی تعزیرات ہند میں البتہ گورنمنٹ نے کسی مذہب کا خیال نہیں کیا ہے الاشاذ و نادر۔مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنا۔زانی اور زانیہ کو دُرّہ لگانا۔پنیل کوڈ نہیں مانتا۔آنکھ کا بدلا آنکھ۔کان کا بدلا کان کاٹنے کی اجازت نہیں دیتا۔لیکن ایک سے زائد شوہر کرنیکو مثل اسلام کے منع کرتا ہے۔

بہر کیف اس وقت مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے اشکال اول میں یہ بات پیش کی تھی کہ شیعہ اپنے مذہب کو اور خلفاء سے عداوت کو چھپا کر خلفاء کے دربار میں قاضی۔مورخ۔محدث۔معلم وغیرہ تھے۔اور اپنے مطلب کی حدیثوں کو

اہلسنت کی کتابوں میں بھردیا۔ لہذا شیعوں کو مناسب نہیں ہے کہ اہلسنت والجماعۃ کے مذہب پر اونکی کتابوں سے طعن کریں۔

اس سوال کو واضح کرنے کی غرض سے مولانا موصوف مجھسے پوچھتے ہیں کہ اگر میری عدالت میں کوئی ایسا مقدمہ پیش ہو جسمیں ایک مدعاعلیہ پر چوری کا الزام لگایا گیا ہو اور مال مسروقہ بھی اوسی کے گھر سے برامد ہوا ہو مگر وہ کہتا ہو کہ یہ مال میں نے نہیں چرایا بلکہ مدعی نے دشمنی سے یہ مال میرے گھر میں رکھدیا ہے یا رکھوادیا ہے اور وہ اپنی اس بات کو اپنے آدمیوں کی شہادت سے ثابت کردے اور مدعی کے گواہ بھی اس کا اقرار کریں کہ واقعی مدعی نے یہ مال رکھوادیا ہے اور خود مدعی کو مجبوراً ماننا پڑے کہ واقعی یہ کارروائی میری ہی ہے مگر چونکہ یہ میرا دشمن تھا اس لئے میں نے ایسا کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دشمنوں کو نقصان پہونچایا تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی۔ تو آپ اس مقدمہ میں کیا فیصلہ دینگے۔ پس جو فیصلہ آپ اس مقدمہ میں فرماتے کیا ہم غریب سنی بھی اوس انصاف کے مستحق ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

میرے سوالات کا حاصل یہ تھا کہ ”اہل تشیع کو کیا حق ہے کہ وہ کسی حدیث کو سنیوں کی حدیث یا کسی تاریخی روایت کو سنیوں کی روایت یا کسی عالم کا قول بتا کر سنیوں کو الزام دیں جبکہ اونھیں خود تسلیم ہے کہ انھوں نے تقیہ کرکے سنیوں کے مذہب کو خراب کیا ہے (اسوقت اس سے بحث نہیں ہے کہ شیعوں کا یہ فعل جائز تھا یا ناجائز)“

مولوی صاحب کا سوال تمام ہوا۔

الجواب افسوس مولوی صاحب کو مجسٹریٹ کے سامنے مقدمہ بھی پیش کرنا نہیں آیا۔ کوئی عدالت ہو۔ خواہ پنپل کوڈ کی۔ خواہ قاضی کی۔ خواہ خلافت کی۔ اول سوال یہی ہوگا کہ شیعہ کا فعل جائز تھا یا ناجائز۔ جائز فعل پر دنیا میں کسی کو نہ الزام دیا جاتا ہے اور نہ اوسکی سزا ہوتی ہے۔ غرض اس شرط سے کہ آپ فعل شیعہ کے جائز یا ناجائز ہونے سے بحث کرنا نہیں چاہتے صاف ظاہر ہے کہ انکا فعل جو بھی تھا

وہ جائز تھا اور آپ اس کو ناجائز ثابت نہیں کر سکتے۔ اور یہ آپ کے دعویٰ کے ڈسمس ہونے کے لئے کافی ہے۔ جب تک آپ کسی کے فعل کو ناجائز اور مبنی بر بدنیتی نہیں ثابت کرینگے اوسوقت تک اوسکے خلاف فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اور آپ ہار ینگے اگر باور نہ ہو تو آپ کسی سنی ہی قانون پیشہ سے اسکو دریافت کرلیں۔

چنانچہ آپ کے اعتراض پر میں نے بحوالہ قرآن پاک یہ دکھلا دیا کہ جو افعال آپ شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں ٹھیک اوسی طرح کی کارروائی حضرت ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں دشمنان خدا کے ساتھ کی ہے اور خداوند عالم اونکی ثنا و صفت کرتا ہے۔ پس مطابق نظائر قرآن پاک شیعہ مستحق ثنا و صفت ہیں اور اس معاملہ میں نیل کوڈ نہیں آویگا بلکہ قرآن ہی فیصلہ کریگا۔

لیکن اگر آپ نیل کوڈ ہی کو مانتے ہیں اور مجسٹریٹ ہی سے انصاف طلب ہیں تو پہلے اپنی منطق درست کیجئے۔ آپ نے جو مثال دی ہے اس میں ایک فعل ناجائز و حرام کو شیعہ کیطرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ شیعہ کے فعل کو آپ خود جائز اور مستحسن از قرآن پاک فرماتے ہیں تو ایک جائز فعل کی مثال ناجائز فعل سے دیکر کیونکر آپ کوئی صحیح نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ لہذا آپکی دلجمعی کے لئے میں آپکو ایک چھوٹی سی مثال سے سمجھاتا ہوں جو مسئلہ زیر بحث پر پورے طور سے چسپاں ہو۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص ایک چشمہ میں زہر (جھوٹی حدیثوں کا) ملا رہا ہے کہ لوگ اس سے پانی پیکر ہلاک ہوں۔ دوسرا شخص بہ ہواداری خلق اللہ اُس کا دوست بلکہ خادم بنکر اُس زہر کے بدلے اُس چشمہ میں تریاق (احادیث صحیحہ و صادقہ) ڈالتا ہے تاکہ زہر کا اثر دفع ہو اور لوگ ہلاکت سے بچیں۔ چونکہ اس چشمہ کا پانی پیکر بعض ہلاک ہوئے ہیں دونوں پکڑ کر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور دونوں پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے کچھ ادویہ چشمہ میں ڈالا ہے۔

غرض دونوں کے ادویہ کی جانچ کیجاتی ہے اور کسوٹی پر (یعنی قرآن پاک پر) کسنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اول شخص نے زہر دیا تھا اور دوسرے نے تریاق۔ ایک کی کوشش لوگوں کو ہلاک کرنے کی تھی اور ادسکے خادم کی کوشش دفع شر و حفاظت نفس کی تھی۔ ایسی حالت میں پنیل کوڈ۔ مجسٹریٹ۔ ساری دنیا کا کیا فیصلہ ہوگا۔ وہ حاجت بیان نہیں۔ پس آپکی کتابوں میں زہر کس نے بھرا ہے اور تریاق کس نے داخل کیا ہے۔ اسکی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ جس نے تریاق داخل کیا ہے وہ قابل تحسین ہے اور جس نے زہر بھرا ہے وہ قابل نفرین۔ اور اس کے جانچ کی وہی صورت ہے جو اصل مضمون میں عرض کیا ہے کہ قرآن پر عرض کیجیے، تو حق واضح ہو جائیگا۔ اور قرآن پاک ہی اسکی کسوٹی ہو سکتا ہے۔

اب مولوی حبیب احمد صاحب قرآن سے بھی بھاگتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرآن کے معنے ہر فرقہ والے اپنے مطلب کے مطابق بتاتے ہیں تو قرآن سے کیونکر حق مل سکتا ہے۔ افسوس جب قرآن کو میں نے اپنی کتاب ہونیکا دعویٰ کیا اور اپنے مطالب کو اسکے آیات سے ثابت کیا تو مولوی صاحب قرآن ہی کو مجہول کئے دیتے ہیں اور حضرت عمر کے دعوی حسبنا کتاب اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ غرض احادیث اور تواریخ آپ کے ہاں کی ایسی کہ بقول آپ کے ادپیر اعتبار نہیں اونکو شیعوں نے محرف کر دیا ہے۔ قرآن ایسا کہ وہ آپ اپنے معنی صحیح نہیں بتا سکتا تو پھر آخر آپکے مذہب کی بنیاد کس پر ہے؟ کیا واقعی سنی کے معنی سُنی سنائی باتوں پر عمل کرنے والے کے ہیں؟

آپ یا نوح انہ لیس من اھلک کو پیش کرتے ہیں کہ اسکے معنی میں نے یہ لکھے ہیں یہ لڑکا نوحؑ کا بیٹا نہیں ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ لڑکا حضرت نوحؑ سے دینی تعلق رکھنے والا نہیں ہے۔ اسی پر اب فیصلہ ہے کہ قرآن میری تصدیق کرتا ہے یا مولوی صاحب کی اور کیا کسی کے معنی بگاڑنے سے قرآن کا مطلب ہاتھ سے جا سکتا ہے کہ نہیں۔ سورہ ہود رکوع ۴ دہم میں ہے وقلنا احمل فیھا من

کُلّ زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیه القول ومن امن وما امن معه الا قلیل یعنی ہم نے کہا جانور جوڑا جوڑا اور اپنے خاندان والوں کو سوائے اونکے جنکی ہلاکت کا حکم قبل ہو چکا ہے اور ایمان داروں کو کشتی میں سوار کرلو اور سوائے چند آدمیوں کے حضرت نوحؑ پر کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔

دیکھا خداوند عالم حضرت نوح سے کیا فرماتا ہے۔ دینی تعلقات رکھنے والے کو من امَن یعنی جو ایمان لائے ہیں یا ایمان والے فرماتا ہے اور لڑکے بالوں کو یعنی خاندان کے لوگوں کو اھلک فرماتا ہے اور انہیں سے حضرت نوحؑ کی ایک زوجہ اور بیٹے کنعان کو مستثنیٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ لڑکا آپ کے خاندان سے نہیں ہے۔ پس جو لڑکا اپنے خاندان سے خارج ہوا وہ اپنے باپ کی ولایت میں کیونکر رہ سکتا ہے۔ گرچہ وہ واقعاً بیٹا ہے لیکن مجازاً جب تک ولایت سے خارج نہ ہوگا خاندان سے خارج نہیں ہو سکتا۔ لہذا میرا دعویٰ ہے کہ مختلف معنوں میں سے صحیح معنی قرآن پاک کے باسانی تمام عقل سلیم دریافت کر لے سکتی ہے اور آپکی مغالطہ میں کوئی ایماندار شخص نہیں پڑ سکتا ہے۔

الحاصل خداوند عالم نے وعدہ فرمایا تھا کہ حضرت نوحؑ کے خاندان والوں کو سوائے اونکے جنکی ہلاکت کا حکم ہو چکا تھا طوفان سے بچالیگا۔ پھر جب حضرت کا بیٹا کنعان ڈوبنے لگا تو اس بنا پر آپ نے فرمایا رب ان ابنی من اھلی یعنی خداوندا میرا بیٹا میرے خاندان میں شامل ہے اوسکو بچالے جواب ملا انه لیس من اھلک کہ وہ بیٹا آپ کے خاندان سے نہیں ہے اس لئے کہ اوس نے بدکاری کی ہے۔ اسی معنی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ پسر نوح با بدان بنشست خاندان نبوتش گم شد۔

آپ کے زیادہ اطمینان قلب کے لئے مناسب ہے کہ چند ترجموں سے میں انہی معنی کو ثابت کردوں اور دکھا دوں کہ آپ قرآن میں معنوی تحریف کرنا چاہتے ہیں۔ پوری آیت سورہ ہود رکوع ۴ میں یہ ہے ونادیٰ نوحٌ ربه فقال رب

ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عملٌ غیر صالح۔

۱۔ ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم شمس العلماء۔ نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا اور اوسکی جناب میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا بھی میرے اہل وعیال میں داخل ہے اور تو نے جو میرے اہل وعیال کو بچا دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ خدا نے فرمایا کہ نوح تمہارا بیٹا تمہارے اہل وعیال میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں

۲۔ ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی۔ اور پکارا نوحؑ نے اپنے رب کو بولا اے رب میرے میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں سے ہے۔ اس کے کام ہیں ناکارے۔

۳۔ ترجمہ مولوی فتح محمد خاں جالندھری۔ اور نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ پروردگار میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں ہے تو اسکو بھی نجات دے اور بہت ہی تیرا وعدہ سچا ہے۔ اور تو سب سے بہتر حاکم ہے۔ خدا نے فرمایا وہ تیرے گھر والوں سے نہیں کہ وہ بداعمال ہے۔

۴۔ ترجمہ مرزا حیرت دہلوی۔ اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا پس کہا کہ اے پروردگار بے شک میرا بیٹا میرے عزیزوں میں سے ہے.... اللہ نے فرمایا کہ اے نوحؑ بے شک وہ تیرے عزیزوں میں سے نہیں ہے۔ بے شک اس کے اچھے کام نہیں ہیں۔

۵۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ وآواز داد نوح پروردگار خود را پس گفت ای پروردگار ہر آئینہ پسر من از اہل من است وہر آئینہ وعدہ تو راست است وتو بہترین حکم کنندگانی۔ گفت اے نوحؑ ہر آئینہ وے نیست از کسان تو وہر آئینہ او خداوند کار ناشایستہ است۔

دیکھا کل مترجمین جو اکابر اہلسنت والجماعۃ ہیں اہل کا ترجمہ اپنے پرائے سے لیتے ہیں نہ کہ دینی تعلق رکھنے والے سے۔ اسکے معنی کوئی اہل وعیال کہتا ہے۔ کوئی گھر والے کہتا ہے۔ کوئی عزیزان کہتا ہے۔ غرض ایک شخص بھی اہل کے معنی دینی تعلق رکھنے والا نہیں کہتا ہے۔ لہذا جو شخص اپنے باپ کے اہل وعیال سے خارج سمجھا جاوے گھر والوں سے باہر کہا جاوے۔ جو عزیزداری سے بھی خارج کیا جاوے اوسکو ولدیت سے خارج کہنا کیسے غلط ہو سکتا ہے اور جو شخص اپنے باپ کی ولدیت سے خارج سمجھا جاوے وہ کیا ہوگا۔

بہرکیف اگر آپ کا ترجمہ صحیح ہو تو اس کا ثبوت کہیں قرآن میں نہیں ہے اسلیئے کہ کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ کا بیٹا کافر تھا یا الحاد اور اپنے باپ کی نبوت پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا یا بت پرستی کرتا تھا۔ جو کچھ اوس کا عیب ذکر کیا گیا وہ اوسکے عمل کے متعلق ہے کہ عمل اوسکے بد تھے بس۔ اگر کہیں یہ ہوتا کہ ھو لیس بمومن یا ما امن باللہ ورسولہ یا ھو کفر باللہ ورسولہ تو آپ کہہ سکتے تھے کہ وہ حضرت نوحؑ سے دینی تعلق نہیں رکھتا تھا جب اسکی خبر قرآن پاک میں نہیں ہے اور صرف اوس لڑکے کی عمل کی شکایت ہے تو آپکا یہ کہنا کہ اوس لڑکے کو حضرت نوح سے دینی تعلق نہ تھا محض اوس بیچارے پر افترا ہے جس سے توبہ لازم ہے۔

غرض آپ قرآن کے معنی بگاڑیں وہ بگڑ ہی نہیں سکتا اور نہ اہل فہم دھوکا کھا سکتے ہیں۔ اب میں آپکو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ احادیث کے صحیح اور موضوع ہونے کی جانچ قرآن پاک سے کیونکر ہو سکتی ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی قرآن کے معنی بگاڑ کر موضوع حدیث کو صحیح ثابت کر دے۔

النجم نمبر ۹ تا ۱۲ جلد ۸ بابت جمادی الاول وجمادی الآخر سنہ ۱۳۴۹ ہجری جسمیں مولوی صاحب کا رسالہ چھپا ہے اوسکے صفحہ ۲۷ میں چند حدیثیں درج ہیں جن کے بعض کو میں قرآن پر عرض کرتا ہوں۔

حدیث پنجم۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہاں لوگوں کو یاد

جو میرے صحابیوں کو گالی دیتے ہیں تو کہو تم پر تمہاری برائی کی وجہ سے لعنت رواہ الترمذی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

حدیث ششم۔ حضور نے فرمایا خدا نے اپنی مخلوقات سے مجھے انتخاب کیا۔ پھر میرے ساتھی چُنے جنمیں سے کسی کو میرا وزیر۔ چند ایک کو انصار مقرر فرمایا اور کسی کو خسر کسی کو داماد۔ کسی کو سالا بنایا۔ پس جو انھیں گالی دے بُرا بھلا کہے اوس پر اللہ کی اور ملائکہ اور سارے لوگوں کی لعنت قیامت کے دن خدا اوس کا نہ عذر قبول کریگا نہ فدیہ اخرجہ المعالمی والطبرانی والحاکم عن عویمر بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ۔

حدیث سیوم۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اوس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا یا اوس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اخرجہ الترمذی عن جابر

اولاً اس حدیث سیوم کو میں قرآن پر عرض کرتا ہوں کہ صحیح ہو سکتی ہے یا بالکل افترا ہے۔ قرآن پاک میں کہیں بنی صلعم پر نظر کرنے سے جنتی ہونیکا ذکر نہیں ہے۔ پس رسولخداؐ کیسے ارشاد فرما سکتے ہیں۔

گیارہویں پارہ کی شروع کی آیتیں ملاحظہ فرمائیے کہ خداوند عالم اون اصحاب کا قصہ بیان فرماتا ہے جو جنگ تبوک میں نہ گئے اور گھر بیٹھ رہے فرماتا ہے

سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم فاعرضوا عنھم انھم رجسٌ وّماوٰھم جھنم جزاءً بما کانوا یکسبون۔ یعنی جب تم اون اصحاب کے پاس جو گھر بیٹھ رہے تھے جہاد سے واپس آؤ گے تو تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے درگزر کرو تو تم اون کی طرف سے منہ پھیر لو بے شک یہ لوگ ناپاک ہیں اور انکا ٹھکانا جہنم ہے۔ یہ سزا ہے اونکی جو یہ کیا کرتے تھے۔ اسلام اور صحابیت کے لئے عمل ضرور ہے۔ جیسا جس کا عمل ہو گا وہ اوس کا مستحق ہو گا۔ مسلمان جو رسولؐ کو دیکھتے ہیں ساتھ رہتے ہیں۔ اونکو صرف جنگ میں نہیں جانے سے اور پہلو تہی کرنے سے خداوند عالم اونکا ٹھکانا جہنم

بتاتا ہے اور رسول صلعم کو منع کرتا ہے کہ جب وہ خدا کی قسمیں کھا کر آپکو راضی کرنا چاہیں تو آپ راضی نہ ہوں تو پھر کیونکر یہ حدیث کہ جس نے رسول کو دیکھا اوس کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی صحیح ہو سکتی ہے۔

خداوند عالم اتنے ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ آگے فرماتا ہے یحلفون لکم لترضوا عنھم فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضیٰ عن القوم الفسقین۔ یعنی یہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اون سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو خدا نافرمانوں سے کبھی راضی نہ ہوگا۔ دیکھا یہ مسلمان صرف رسو لخدا صلعم کو دیکھتے ہی نہ تھے بلکہ آکر سامنے خدا کی قسم کھاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ رسو لخدا صلعم اون سے راضی ہو جاویں تو خدا فرماتا ہے کہ اگر رسول صلعم اُن سے راضی بھی ہو جاویں تو خدا اُن سے نہیں راضی ہوویگا۔ پھر وہ کیونکر جنت میں جا سکتے ہیں اور پھر خداوند عالم ایسے مسلمانوں کو ناحق کہکر ایک طرح کی گالی بھی دیتا ہے۔ پس ایسے اصحاب کو برا کہنے سے کیونکر گناہ ہو سکتا ہے۔ اس آیہ کریمہ کے تحت میں جیش اسامہ کے قصہ کو یاد کیجئے کہ جب حجۃ الوداع سے معاودت کے بعد رسو لخدا صلعم نے ایک لشکر بسرداری حضرت اسامہ تیار کیا اور حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ کو حکم دیا کہ اونکے ساتھ مہم شام پر چلے جاویں تو یہ حضرات نہ گئے اور مصداق آیہ کریمہ کے بنے۔ فَرِحَ المخلفون بمقعدھم خلاف رسول اللہ یعنی رسول صلعم کے پیچھے رہ جانے والے اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے قل نار جھنم اشد حرا۔ یعنی اے رسول اُن سے کہدو کہ جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ لیکن اصحاب کرام کو یہ آیتیں یاد نہ تھیں اور وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ اوس پر رسو لخدا صلعم نے فرمایا لعن اللہ علیٰ من تخلّف عن جیش اسامہ یعنی خدا لعنت کرے اون پر جو اسامہ کے لشکر کے ساتھ نہ جائیں اور گھر بیٹھ رہیں۔ اب جب خود رسو لخدا صلعم اپر لعنت کر رہے ہیں تو ان کے لئے کون استغفار کریگا اگرچہ خداوند عالم انکے بارے میں رسو لخدا صلعم کا استغفار بھی سُننا نہیں چاہتا چنانچہ

سورہ التوبہ کے رکوع ۱۰ میں فرماتا ہے۔ استغفر لھم او لاتستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم ذلک بانھم کفروا باللہ ورسولہ واللہ لایھدی القوم الفسقین یعنی اے رسولؐ ان کے لئے تم مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو (برابر ہے) اور اگر تم ستر بار بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگو گے تو بھی خدا اونکو ہرگز نہ بخشیگا۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اون لوگوں نے خدا اور اوسکے رسولؐ کی نافرمانی کی ہے اور خدا فاسق لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

پس معلوم ہے کہ رسولخداؐ اسوا مسلمانوں کے کافروں کے لئے دعا مغفرت نہیں کرسکتے لیکن اگر رسولؐ اون کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو بھی خدا اونکو نہ بخشیگا ان ارشادات کے بعد بھی کوئی ایمان دار اور قرآن پر ایمان رکھنے والا شخص کہ سکتا ہے کہ جس مسلمان نے رسولخداؐ کو دیکھا یا اون کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو اوسکو دوزخ کی آگ چھو نہیں سکتی۔ اگرچہ اوسکے عمل کیسے ہی ہوں۔ لہذا اس حدیث کے موضوع اور افترا ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیا یزید نے صحابی رسولخداؐ کو نہیں دیکھا تھا۔ کیا اوسکے مظالم میں خود صحابہ نہیں شریک تھے۔ پس کیا یہ سب آتش دوزخ سے محفوظ رہیں گے؟ نعوذ باللہ من ہذہ الہفوات۔

اب پنجم اور ششم احادیث کو ملاحظہ فرمایئے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ میرے صحابی کو گالی نہ دو اور جو گالی دے اوس پر لعنت کرو اور خدا اور ملائکہ اور سارے لوگوں کی اوس پر لعنت۔ قیامت کے دن خدا اس کا نہ عذر قبول کریگا نہ فدیہ۔

ان احادیث میں صحابی کی کیوں شرط ہے کیا غیر صحابی کو گالی دینا جائز ہے! کل گالی جسکو فحش کہتے ہیں اور جو بجائے تہمت و اتہام کے ہوتی ہیں وہ سب ہر شخص کے لئے ناجائز ہے۔ ولاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان یعنی ایک دوسرے کا برا نام نہ دھرو۔ ایمان لانے کے بعد بدکاری کا نام ہی برا ہے۔ سورہ الحجرات رکوع ۲

غرض احادیث مذکورہ جس طرح سے ہیں یعنی اصحاب کی خصوصیت کے ساتھ اونکا پتہ قرآن پاک میں نہیں ہے۔ یہ سب معاویہ کے زمانہ کے مصنوعات سے ہیں جس کا ثبوت اصل رسالہ روالوسواس میں موجود ہے۔ لیکن جو لوگ اس پر بھی ان احادیث کو صحیح مانتے ہیں اونکے سامنے ذیل کے واقعات کو پیش کرکے اوسپر فیصلہ چاہتا ہوں۔

۱- حضرت عایشہ حضرت عثمان ایسے صحابی جلیل القدر کو برابر گالی دیا کرتی تھیں اور اونکے اقوال یہ مشہور ہیں اقتلوا النعثل۔ قتل اللہ النعثل۔

۲- حضرت عثمان نے حضرت عمار ایسے صحابی باصفا کو ایسا مارا کہ فتق کا مرض ہو گیا

۳- معاویہ نے جناب علی علیہ السلام ایسے سابق الاسلام صحابی پر جنہوں نے صرف رسول خدا کو دیکھا ہی نہیں تھا بلکہ حضرت کی گود میں پرورش پائی تھی منبروں پر گالی اور لعنت جاری کی جو اسکی اولاد نے بھی جاری رکھا۔ غرض معاویہ نے اپنے زمانہ میں۔ اور کل تابعین اوسکے دو پشت تک جناب امیر علیہ السلام ایسے صحابی کو گالی دیا کئے اور لعنت کرتے رہے۔

مختصر یہ کہ اشکال اول کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ کو اسلام کا اور قرآن اور احادیث صحیحہ کے ماننے کا دعویٰ ہے اوس وقت تک آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ پیش کرکے آپ کے مذہب کی تردید کیجائیگی اور آپ پر الزام لگایا جائیگا۔ آپکا یہ کہنا کہ یہ قرآن نولکشور نے چھاپا ہے یا کسی نصاریٰ کے مطبع میں چھپا ہے کوئی نہیں سنیگا۔ اسی طرح آپکا یہ کہنا کہ یہ آیت کسی نصاریٰ یا یہود نے لکھی ہے یا احادیث شیعوں نے آپ کی کتاب میں لکھدی ہیں قابل سماعت نہیں ہے جب تک آپ یہ نہیں دکھاویں کہ وہ جملہ جس کو آیت کہا جاتا ہے نہ وہ قرآن میں ہے اور نہ کسی مفسر نے اوسکے آیہ قرآنی ہونیکا اقرار کیا ہے۔ اوسی طرح آپ کسی حدیث سے انکار نہیں کرسکتے جب تک یہ ثابت نہ کیجئے کہ وہ حدیث قرآن کے خلاف ہے کذب ہے یا موضوع ہے۔ جیسا کہ ابھی ابھی میں نے دکھلا دیا کہ احادیث درباره صحابہ منقول در النجم بالکل موضوع اور غلط ہیں۔

اسکے بعد بھی اگر آپ ان احادیث فضائل صحابہ کو صحیح تصور کرتے ہیں تو واجب ہے کہ ان احادیث کی تعمیل میں اور اپنے جد امجد علی مرتضیٰؑ کی خوشنودی کیلئے اُن لوگوں پر لعنت کیجئے جنھوں نے حضرت پر سب وشتم ولعنت کی بنیاد ڈالی اور جو اوسکی تبیعت میں اس کفر کے مرتکب ہوئے۔

مختصر یہ کہ اگر آپکے سابقین کوئی کتاب ایسی تصنیف کرتے جسمیں اونکے عقائد کا بیان ہوتا اور اسمیں کوئی ایسی بات لکھدیتا جو آپ کے عقیدہ کے خلاف ہو تو البتہ آپکا الزام دینا اور بگڑنا صحیح ودرست ہوسکتا۔ لیکن جب سابقین نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ احادیث رسولخداؐ جمع کر رہے ہیں۔ خواہ وہ شیعہ کے اعتقاد کے خلاف ہو یا سنت والجماعۃ کے اعتقاد کے خلاف ہو تو اوسمیں رسولخداؐ کی حدیثوں کا لکھدینا آپکا ہاتھ بٹانا تھا اوس پر عوض بگڑنے کے آپکو ممنون ہونا چاہیئے۔ اور جب تک آپ احادیث صحیحہ کے اتباع کا دعویٰ کرینگے اوسوقت تک یہ احادیث پیش کرکے آپ کی اور آپ کے مذہب کی تردید کیجائیگی۔ آپکا یہ کہنا کہ یہ احادیث شیعہ ہیں آپکی کتاب میں داخل کردیا ہے۔ نہیں سُنا جائیگا جب تک آپ یہ نہیں ثابت کردیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور رسولخداؐ نے ایسا نہیں فرمایا ہے۔

دوسرے سوال کی بحث

اس سوال میں جو میں نے مولوی صاحب کی منطق پر اعتراض کیا تھا اوسکو وہ نہ سمجھے لہذا اوس کا صاف کرنا لازم ہے۔ بروے منطق ایک جنس کے جب قضیئے ہوتے ہیں تب ان سے کوئی نتیجہ نکلتا ہے۔ مثلاً شہید راہ خدا زندہ ہیں یہ ایک قضیہ ہوا۔ اور دوسرا قضیہ یہ ہے کہ زندہ کو زیر خاک دفن مت کرو۔ اور نہ اوسکی میراث تقسیم کرو۔ ایک قضیہ میں حکمی یا مجازی زندہ ہے، واقعی وہ زندہ نہیں ہے۔ اور دوسرے قضیہ میں واقعی زندہ کے احکام ہیں۔ پس ایک کا حکم دوسرے پر عائد نہیں ہوسکتا۔ اسی طور سے جو شخص اپنی بدکاری کی وجہ سے ولد الحرام کہلاتا ہے اوس کا ایک حکم ہے اور جو واقعی ولد الحرام ہے اوس کا دوسرا حکم ہے۔

غرض میں نے اپنے جواب میں لکھا تھا کہ بدکار کو ولد الحرام کہنا قرآن پاک سے جائز ہے اور اس کے ثبوت میں آیہ انہ لیس من اھلک (اے نوح یہ لڑکا تمہارے خاندان سے نہیں ہے) کو دیا تھا۔

مولوی صاحب وجہ اول میں فرماتے ہیں کہ تمام قرآن اول سے آخر تک پڑھ جایئے دیکھیے اسمیں کیسے کیسے سخت دشمنان خدا کے حالات مذکور ہیں لیکن کہیں خدا نے انکو گالی سے یاد نہیں کیا نہ چھنالوں کے جنے کہا۔

اگر آپ آنکھ کھول کر قرآن کی تلاوت کرتے ہوتے تو ایسا دعویٰ نہیں کرتے ملاحظہ فرمایئے قرآن میں یہ آیہ کریمہ الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک و حرم ذلک علی المومنین یعنی زانی نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ سے اور زانی عورت نہیں نکاح کرتی مگر زانی یا مشرک سے اور مومنین پر یہ حرام ہے (سورہ التوبہ رکوع ۵)

اب مولوی صاحب فرمادیں کہ کیا آپ کے سامنے کوئی ایسی نظیر نہیں ہے کہ ایک زانی کی بی بی عفیفہ اور پارسا ہے اور ایسی نظیر بھی آپکو نہیں معلوم ہے کہ ایک متقی اور پرہیزگار کی بی بی زانیہ ہوگئی۔ لہذا اس آیہ کریمہ میں خداوند عالم ایک زانی کی بی بی کو بغیر اس کے کہ اوس پر زنا کا الزام ہو زانیہ فرماتا ہے۔ اور ایک زانیہ کے شوہر کو بغیر اس کے کہ اوس کا کوئی قصور ہو زانی فرماتا ہے۔ پس جیسا اصل رسالہ میں عرض ہوا تھا کہ آپ جس طرح اس آیہ کے معنی سمجھتے ہیں ویسے ہی امام علیہ السلام کی احادیث کے معنی سمجھ جایئے۔

واقعی یہ ہے کہ زن و شوہر کے ایسے گہرے تعلقات ہوتے ہیں کہ ایک کا اثر دوسرے پر ضرور ہوتا ہے۔ اور ایک سے جو فعل سرزد ہوتا ہے اوس کا خدشہ کم سے کم دوسرے کے دلمیں خطور کرتا ہے۔ غالباً اس آیہ کے اس مطلب کو سمجھکر آپ کے ہاں پیش نماز کے انتخاب کی ترکیب ایجاد ہوئی ہے۔ اجماع اور استخلاف وغیرہ سب کو بالائے طاق رکھکر یہ کہا گیا کہ اگر دو شخص برابر علم والے موجود ہوں تو جو خوبصورت ہو اوس کو

امامت کے لئے اختیار کرو (کیونکہ اگر مرد خوبصورت ہے تو قرینہ ہے کہ اوسکی بی بی دوسرے مردوں کو دیکھکر خیال فاسد دلمیں نہ لاتی ہوگی) لیکن اگر دونوں مرد خوبصورت ہوں تو دیکھو کہ کس کی بی بی زیادہ خوبصورت ہے جسکی بی بی زیادہ خوبصورت ہو اوس کو امامت کے لئے منتخب کرو۔ (کیونکہ اگر بی بی خوبصورت ہے تو میاں کا مزاج ڈانوا ڈول نہیں ہوتا ہوگا) اگر دونوں کی بیبیاں برابر خوبصورت ہیں تو دیکھو کہ کس کا عضو تناسل بڑا ہے جس کا عضو تناسل بڑا ہوگا اوس کی بی بی زیادہ سیر رہتی ہوگی اور اوس کے سیری کی وجہ سے میاں کا قلب بھی زیادہ مطمئن رہتا ہوگا لہذا امامت کے لئے یہی مستحق ہے)

دوسری مثال گالی کی قرآن میں لا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم .. سنسمہ علی الخرطوم یعنی اے رسولؐ تم مت پیروی کرو اسکی جو بہت قسم کھانے والا ذلیل وخوار ہے، چغل خور اور ایک جگہ کی دوسری جگہ بات لگانے والا۔ جو خیر کو منع کیا کرے اور جو گناہ اور بدکاری میں سب سے بڑھ جاتا ہے جو بدخو بد مزاج ہے اور ان سب پر وہ حرامی ہے قریب ہے کہ اوسکی ناک پر ہم ان عیوب کا نشان کردیں۔ (سورہ نون رکوع ۱) دیکھا زنیم بمعنی حرامی یعنی ولد الزنا قرآن نے استعمال کیا ہے۔ آپکا یہ کہنا کہ سخت سے سخت دشمن کو خداوند عالم نے نہ گالی دی ہے اور نہ ولد الحرام کہا ہے۔ کیونکر صحیح ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ ان الفاظ کو بعینہٖ خداوند عالم نے استعمال نہیں کیا ہے۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ خداوند عالم نرم اور گرم کو اوسکے موقع سے استعمال کرتا ہے تاکہ وہ الفاظ اونکو نہ جاویں۔ جس وقت رسول خداؐ عرب میں مبعوث ہوئے اوس وقت عرب میں زنا پر فخر کیا جاتا تھا۔ ماں، بہن کی تمیز نہ تھی اونکو اس طرح کے خطاب کیا برے معلوم ہوتے بلکہ وہ تو فخریہ اس طرح کے خطابات کو قبول کر لیتے۔ چنانچہ یہود ونصاریٰ کی ابھی تک یہ حالت باقی ہے کہ جنگ عظیم میں جب مرد لڑائی پر گئے تو اونکی غیبت میں اونکی عورتوں نے بچے جنے تو عوض اونپر پردہ ڈالنے کے فخریہ اون کا نام وار بیبی یعنی اولاد

جنگ کھا گیا۔ اونکے ہاں شوہر کی اجازت یا چشم پوشی سے بی بی کا زنا کرنا جرم قرار نہیں پاتا ایسے لوگوں کو ولد الحرام کہنے سے کیا برا معلوم ہوتا کہ خداوند عالم یہ الفاظ قرآن میں لاتا۔ بلکہ یہ خوف تھا کہ ایسے جملے قرآن میں زیادہ لانے سے مسلمان بھی اوس کی تاویل اور مقصود کو بدلکر زنا وغیرہ کو جائز کرلیں گے اور اسلام خراب ہوگا۔ اس احتیاط پر بھی جو یہود و نصاریٰ اور کفار مسلمان ہوئے وہ باز نہ آئے۔ اور اونکی جو عادت ایام جاہلیت میں تھی اوس عادت پر عود کر گئے اور فقہاء نے اون کی پاسداری میں فتوے بھی گڑھ دیئے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

(۱) تفسیر کبیر جلد ۳ صـ۲۷ المسئلة الثانیه قال الشافعی رحمه الله البنت المخلوقة من ماء الزنا لا تحرم علی الزانی وقال ابوحنیفه تحرم یعنی کہا شافعی رحمہ اللہ نے کہ جو بیٹی زنا سے پیدا ہو وہ اپنے باپ پر حرام نہیں ہے۔ اور کہا ابوحنیفہ نے کہ حرام ہے۔

(۲) ایضاً صـ۲۶۵ المسئلة الثالثه قال الشافعی اذا تزوج الرجل بامه ودخل بها یلزمه حد وقال ابوحنیفه لا یلزمه یعنی کہا شافعی نے کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرکے جماع کرے تو اس پر حد لازم ہوتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اس پر کوئی حد نہیں ہوگی۔

(۳) ہدایہ میں لکھا ہے ومن تزوج امرءة لا یحل له نکاحها ووطیها لا یجب علیه الحد عند ابی حنیفه لکنه یوجع عقوبة یعنی اگر کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح اور جماع کرے جس سے نکاح حلال نہیں ہے (مثل ماں۔ بہن۔ نانی وغیرہ) ابوحنیفہ کے نزدیک اوس شخص پر حد واجب نہیں ہے لیکن اوسکی زجر و توبیخ کرنا چاہیئے۔ اب فرمایئے کہ ایسی حالت میں خداوند عالم کیوں ایسے الفاظ لاتا جنکے معنی توڑ مروڑ کر ایسے مفتی اپنی سند میں پیش کرتے۔ بحمد اللہ کہ یہ مفتی جو چاہیں فتوے گڑھ لیں لیکن قرآن سے اوسکی سند نہیں لا سکتے۔ اسپر اضافہ کرکے یار لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ بالغ مرد کو عورت اپنا دودھ پلا کر محرم بنالے کہ فعل حرام سے مرد نامحرم محرم بنایا جاتا ہے۔

دیکھو صحیح مسلم جلد ۱ جسکی شرح میں امام نووی صفحہ ۴۶۹ میں فرماتے ہیں کہ علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور عائشہ اور داؤد قائل ہیں کہ مرد بالغ کو بھی دودھ پلائیں تو وہ محرم ہو جاتا ہے۔ خداوند عالم شیر خوار بچہ کو دودھ پلانے کی اجازت دیتا ہے۔ اور دودھ پلانے والی کا یہ احترام کرتا ہے کہ وہ اوس شیر خوار کی ماں ہو جاتی ہے۔ اور یہاں جب کسی مرد کی آمد و رفت اپنے گھر میں منظور ہوئی تو عوض اوس سے پردہ کرنے کے پہلے اپنا پستان دکھاؤ لب و دندان سے اوسے چساؤ اور اوس کے بعد وہ بغیر صیغہ عقد وغیرہ محرم ہو جاتا ہے۔ اس سے شیخ سعدی مرحوم کے قول کی تصدیق ہوتی ہے ؎

بہ نیم بیضہ جو سلطان ستم روا دارد زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

اوس کے بعد آپ کا یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے کہ اہل اور آل کے معنی اولاد کے نہیں ہیں بلکہ اوسکے معنی دینی متعلقین کے ہیں اور درود شریف میں جو آل محمدؐ اور آل ابرٰہیمؑ آیا ہے اوس سے بھی مراد آنحضرت صلعم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہیں ہے بلکہ پیروی کرنے والے مراد ہیں اور آپ سید کو اولاد رسول کہیں گے مگر آل رسولؐ نہیں کہیں گے۔ اگر قرآن پر اعتقاد ہے تو ذیل کی آیات کو ملاحظہ فرمائیے اور اپنی لغت کو درست کیجئے۔

(۱) ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک آل موسی وآل ھٰرون تحملہ الملائکۃ۔ یعنی تمہارے پاس وہ صندوق آجاویگا۔ جسمیں تمہارے پروردگار کیطرف سے سکینہ اور تبرکات سے بچا ہوا جو موسیٰ کی اور ہارون کی آل چھوڑ گئے ہیں اور اس صندوق کو فرشتے اوٹھائے ہونگے۔

سورہ البقرۃ رکوع ۳۲

یہاں اگر آل سے مراد دینی تعلق رکھنے والے ہوتے تو حضرت موسیٰ اور حضرت

ہارون کے ساتھ الگ الگ آل کا تذکرہ نہ ہوتا بلکہ ایک لفظ آل کا ہوتا، دوسرے تابوت سکینہ نبیوں کے پاس تھا اور نبیوں کے ہاں آتا تھا۔ اس لئے یہاں آل سے مراد اولاد حضرت موسیٰ و حضرت ہارون ہیں۔

(۲) ان اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض یعنی اللہ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم و آل عمران کو سارے جہان سے برگزیدہ کیا۔ انہیں بعض بعض کی ذریت یعنی اولاد تھی (سورہ العمران رکوع ۴)

یہاں بھی آل سے مراد اولاد ہے اسلئے کہ امت اور دینی تعلق رکھنے والوں کو اصطفےٰ آدم و نوحاً کے ساتھ شریک نہیں کیا جا سکتا، علاوہ اسکے خدا خود اس کو صاف کر دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی ذریت تھے۔

(۳) فقد اتینا ال ابراہیم الکتب والحکمۃ واتینہم ملکاً عظیماً یعنی بےشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت اور ملک عظیم دیا۔

(۴) ان دونوں آیتوں کو اور صاف کر دیتا ہے اور خداوند عالم فرماتا ہے۔ ولقد ارسلنا نوحاً و ابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتب فمنہم مہتد وکثیر منہم فسقون۔ یعنی ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان ہی دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب مقرر کی تو انہیں کے بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور انہیں کے بہتیرے نافرمان ہوئے۔ سورہ الحدید رکوع ۴۔

(۵) فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوا ال لوط من قریتکم انہ اناس یتطہرون فانجینہ واہلہ الا امراتہ قدرنہا من الغبرین یعنی لوط کے قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ کہنے لگے کہ لوط کے خاندان کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ لوگ بڑے پاک بننا چاہتے ہیں پس ہم نے لوطؑ کو

اور اون کے خاندان کو بچا لیا مگر اونکی بی بی کہ اوس کے تقدیر میں ہم نے پیچھے رہ جانے والوں میں لکھدیا تھا۔ (سورہ النمل رکوع ۴)

اس آیت میں آل اور اہل ایک معنی میں استعمال ہوا ہے اور اہل جب کسی انسان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو سوا اے اہل و عیال کے دوسرا معنی نہیں ہوتا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۶) سورہ النساء رکوع ۲ میں خداوند عالم ذکر فرماتا ہے کہ حضرت داؤد کو کیا کیا نعمتیں دیں اوسکے بعد حضرت سلیمان کا ذکر فرماتا ہے کہ اونکو کیا کیا دیا۔ سب نعمتوں کا باپ اور بیٹے پر ذکر کرکے کہتا ہے اعملوا آل داؤد شکراً وقلیل من عبادی الشکور یعنی اے داؤد کی اولاد شکر کرتے رہو اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے کم ہیں۔

(۷) یرثنی ویرث من آل یعقوب یعنی میرا اور نسل یعقوب کا وارث ہو (سورہ مریم رکوع ۱)

یہاں بھی آل سے مراد اولاد ہے اس لئے کہ کوئی دینی تعلق رکھنے والے کا وارث نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر شخص اپنے بزرگوں سے وراثت لیتا ہے۔

غرض قرآن پاک میں یہ وہ مقامات ہیں جہاں آل کے معنی سوا اے اولاد اور اہل خاندان کے دوسرا ہو نہیں سکتا۔ بعض مقامات میں قرآن کے اندر آپ کہہ سکتے ہیں کہ دینی تعلق رکھنے والے سے مراد ہے لیکن واقعی وہاں بھی مراد اولاد سے ہی ہے اور جیسا معنے اولاد سے بنتا ہے ویسا صاف اور موزوں معنی دینی تعلق رکھنے والے سے نہیں بنتا۔ اور آپ بس آل فرعون کو پیش کرتے ہیں (جس سے مراد تابعین فرعون ہیں نہ اولاد فرعون۔ حالانکہ یہ بالکل غلط فہمی ہے) یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ بار بار خداوند عالم آل فرعون کہتا ہے اور اوس کے سرداروں کو آل فرعون نہیں کہتا بلکہ قوم فرعون کے سردار کہتا ہے۔ مثلاً سورۃ الاعراف میں قال الملاء من قوم فرعون اسکی وجہ یہ ہے کہ جو فرعون کو ایک شخص واحد مقرر

کرتے ہیں۔ اونکے خیال میں فرعون کا لشکر سب اوسکے تابعین سے تھے اور کوئی نسبی تعلق نہ تھا لیکن فراعنہ کی کئی پشت گزری ہے جنکی سلطنت زمانہ دراز تک تھی اور حضرت موسیٰ کے ہاتھوں وہ تباہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ کو جن سے مقابلہ ہوا وہ سب نسل فرعون سے تھے اس لئے خداوند عالم نے ہر جگہ آل فرعون استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سب اولاد فراعنہ سے تھے وبس بلکہ جو فرعون موجودہ سے دینی تعلق نہ بھی رکھتے تھے اونکو بھی خداوند عالم آل فرعون ہی کہتا ہے وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ یعنی آل فرعون سے ایک شخص جو مومن تھا لیکن اپنے ایمان کو چھپاتا تھا (یہ وہ طریقہ ہے جو مومن ظالموں کے سامنے اختیار کرتے ہیں جسکو تقیہ کہتے ہیں) وہ کہنے لگا کہ تم لوگ ایسے شخص کو قتل کروگے جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار بس خدا ہے (سورہ المومن رکوع ۴)

دیکھئے آپ کے اصول کے مطابق چونکہ مومن آل فرعون فرعون کے مذہب سے علحدہ تھا اوس کو آل فرعون نہیں کہنا چاہئے تھا لیکن خداوند عالم آپکی لغت کو غلط کہتا ہے اور اوسکو آل فرعون کہتا ہے۔ آخر اس مومن اور فرعون میں کون سا لگاؤ تھا جسکی وجہ سے وہ آل فرعون کہلاتا ہے۔ دینی تعلق تو ہے نہیں۔ بس ماننا پڑیگا کہ وہی خاندانی لگاؤ کی وجہ سے یہ مومن آل فرعون کہا جاتا ہے۔ لہذا میرا یہ دعویٰ بھی کہ قرآن پاک میں ایک مقام بھی ایسا پیش نہیں کرسکتے جہاں اولاد مراد لینے سے معنی نہ بنے۔ اور زیادہ تر مقامات وہی ہیں جو آل کے معنی سوائے اولاد یا اہل خاندان کے دوسرا نہیں ہے۔ صیحح ہوا۔

آپکا اعتراف ہے کہ لفظ آل اہل سے بنا ہے اور اوسکے معنی بھی متعلقین ہی کے ہیں اور یہ بالکل صیحح ہے لیکن متعلقین سے کیا مراد ہے؟ متعلقین سے اگر نسبی اور خاندانی متعلقین مراد ہیں تو مجھ سے اور آپ سے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اگر نسبی اور خاندانی تعلق سے آپ انکار کرتے ہیں تو البتہ جائے گفتگو ہے۔ آل کو دکھا چکا کہ اس سے نسبی اور خاندانی متعلقین مراد ہیں۔ اب اہل کو دیکھئے کہ اوسی خداوند عالم

نے کیا مراد لیا ہے۔ بعض جگہ اہل اور آل کو ایک ہی اشخاص کے لئے استعمال کیا ہے لہذا اہل کے معنی کے دریافت کرنے سے آل کے معنی پر اور بھی روشنی پڑیگی۔

اسمیں شک نہیں کہ اہل کتاب، اہل علم وغیرہ اوس کو کہتے ہیں کہ جسکے پاس کتاب اور علم ہو۔ اہل قریہ، اہل مدینہ، اہل مکہ اوس کو کہتے ہیں جو اومیں رہتا ہو۔ لیکن جب کسی انسان کے ساتھ اہل استعمال کیا جاتا ہے تو سوائے اوس کے لڑکے بالے اور خاندان کے دوسرا مراد نہیں ہوتا۔ آپ قرآن اولٹ جائیے۔ اگر ایک جگہ بھی اھلی، اھلنا، اھلک، اھلکم، اھلہ، اھلھم کے معنی سوائے جورو لڑکے، یا اہل خاندان کے دکھادیں تو میں جانوں۔ مثال کے لئے چند آیتیں پیش کرتا ہوں۔ باقی آپ خود تلاش کرلیجئے۔

سورہ طہٰ رکوع ۲۔ واجعل لی وزیرا من اھلی ھٰرون اخی یعنی اور میرے کنبہ والے سے میرا وزیر بنا یعنی میرے بھائی ہارون کو۔

سورہ البقرہ رکوع ۴۔ ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام یعنی یہ حکم اوس شخص کے واسطے ہے جس کے لڑکے بالے مسجد حرام (مکہ) کے باشندے نہ ہوں۔

سورہ النساء رکوع ۶۔ فان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا۔ یعنی اگر تم کو میاں بی بی کے درمیان فریقین سے پوری نااتفاقی کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے کنبہ سے اور ایک ثالث عورت کے کنبہ سے مقرر کرو۔

سورہ النساء رکوع ۱۳۔ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ یعنی مقتول کے قرابتداروں کو خونبہا دینا لازم ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ اہل کو سوائے لڑکے بالوں اور اہل خاندان کے خداوند عالم نے دوسرے معنی میں استعمال نہیں کیا ہے تو آل کے معنی اور بھی صاف ہوگئے اسلئے کہ خداوند عالم آل اور اہل کو ایک معنی میں استعمال فرماتا ہے۔ مثال کے لئے ملاحظہ فرمایئے

سورہ الاعراف رکوع ۲۔ فانجینہ واھلہ الا امراتہ کانت من الغبرین یعنی

اوسکے اہل کو نجات دیا میں نے بجز اوسکی جورو کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ سورہ الحجر رکوع ۵۔ الا آل لوط انا لمنجوھم اجمعین یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم گنہگار قوم کیطرف بھیجے گئے ہیں بجز آل لوط کے اور ہم اوسی کو بچالیں گے۔ غرض خداوند عالم نے آل اور اہل کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا ہی اور انکے معنی سوائے لڑکے بالے یا اہل خاندان کے دوسرا نہیں ہے۔ آنحضرت کبھی تاہل کا لفظ بھی سنا ہے یا دیکھا ہی اور معلوم ہے کہ اسکے کیا معنی ہیں۔ اس سے مراد ازدواج ہے نا کحت ہو اصلیت ہے۔ پھر تاہل کر کے جو خاندان پیدا ہوگا وہ اہل نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ اور یہی معنی علماء سابقین برابر سمجھتے ہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامان آل رسول

یہی معنی امام شافعی نے بیان فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

یا اہلبیت رسول اللہ حبکم — فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

اے رسولخدا کے اہلبیت آپکی محبت جو ایسی واجب ہے کہ خدا نے اوسکا حکم قرآن میں نازل کیا ہے۔

کفاکم من عظیم القدر انکم — من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

آپکی عظیم شان اور قدر کے لئے یہ کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہ بھیجے اوسکی نماز ہی نہ ہوگی یعنی جو نماز میں اللھم صل علی محمد و آل محمد نہ کہے اوسکی نماز ہی قبول نہیں

قال الشافعی تزلزلت الدنیا لآل محمدؐ — وکادت لھم صم الجبال تذوب

امام شافعی کہتے ہیں کہ آل محمدؐ کے لئے دنیا میں زلزلہ پڑ گیا اور قریب تھا کہ گونگے پہاڑ پگھل جاویں۔ (اس میں اشارہ ہے واقعہ کربلا پر)

یصلی علی المھدی من آل ھاشم — ویغزی بنوہ ان ذا لعجیب

اولاد ہاشم کے ہادی یعنی رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں اور اونکی اولاد سے جہاد کرتے ہیں کیا عجیب بات ہے۔

لئن کان ذنبی حب آل محمدؐ — فذلک ذنب لست منہ اتوب

اگر دوستی آل محمدؐ کی گناہ ہے تو میں کبھی اس گناہ سے توبہ کروں گا۔

شفعائی یوم حشر لی وفاقتی وجہم للشافعی ذنوب

بروز محشر وہ میرے شفیع ہوں اور دوستی انکی شافعی کے لئے گناہ ہو۔

اب ایمانا آپ فرمائیں کہ شیخ سعدی اور امام شافعی شیعہ تھے یا سُنی کہ وہ ہر جگہ آل سے مراد اولاد لیتے ہیں نہ دینی تعلق رکھنے والا۔ اور آپ اس معنی کو شیعوں کے سر تھوپتے ہیں اور صفحہ ۸ میں فرماتے ہیں کہ آل سے مراد اولاد نہیں ہے بلکہ پیروی کرنے والے مگر شیعہ خواہ مخواہ خلاف لغت اولاد لیکر درود شریف کے معنی خراب کرتے ہیں۔

لیکن یہ قول مولوی صاحب کا صرف شیعوں کے ضد میں ہے مگر اس معنی پر اعتقاد نہیں ہے۔ کیونکہ اگر آل کے معنی انکے اعتقاد میں پیروی کرنے والے ہوتے تو اسی صفحہ میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے بلکہ وآلہ وسلم کہتے۔ اس لئے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ موقع ملنے سے اپنے اوپر خداوند عالم سے طلب رحمت نہ کرے۔

لیکن مولوی صاحب رسولخدا پر درود بھیجنے کے وقت اپنے خیال کے مطابق آل کے معنی دینی تعلق رکھنے والے سمجھکر خود اپنے کو اور کل مسلمین کو اور اصحاب کرام کو درود اور رحمت خدا سے محروم کردیتے ہیں۔ اور آلہ وسلم نہیں کہتے۔ اب آل کے معنی آپ جو سمجھیں یا توت دیں وہ آپکو اختیار ہے۔ لیکن خدا کے واسطے جب رسولؐ پر درود بھیجئے تو ابتر اور دم بریدہ درود نہ بھیجئے بلکہ فرمایا کیجئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں سچ کہتا ہوں مگر خوف ہے کہ مولوی صاحب کے ہاں شنوائی نہ ہوگی اور اس خوف سے کہ دنیا آل محمدؐ سے اولاد محمدؐ ہی مراد لیگی آپ لفظ آل کو درود میں شریک نہیں کرسکتے۔ ارے حضرت اگر آپ حضرت علیؑ کو اپنا جد امجد بتاتے ہیں تو انکے سر سے آل کا سہرا اتار کر مثل جمعرات کی ریوڑی کے کیوں امتیوں کو تقسیم کرتے ہیں۔ دنیا میں لوگ اپنے اجداد کی خصوصیات کو بیان کرکے فخر کرتے ہیں اور آپ ہیں کہ جس خصوصیت کو دنیا آپ کے جد امجد کے لئے مخصوص کرتی ہے اوس کو آپ

عام کرکے خراب کرنا چاہتے ہیں۔ واقعی عجیب طرح کے دادا پوتا ہیں
اوسکے بعد دنیا کے خوش کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ ائمہ کے متعلق آپ کے کلمات
ناسزا شیعوں کے مسلمات کی بنا پر ہیں ورنہ آپ جانتے ہیں کہ نہ حضرات ائمہؑ
رافضی تھے اور نہ اونکے ایسے خیالات ہوسکتے ہیں تو پھر اگر آل کے معنی لوگ
اولاد ہی مراد لیں تب بھی تو آپ کے اجداد ہی پر کہ حضرت علیؑ اور انکی اولاد حضرات
ائمہؑ جو آپ کے خیال کے مطابق آپکے ہم مشرب تھے تو پھر آپ لوگ اونپر درود سے
جو رحمت خدا کے لئے دعا ہے کیوں دریغ کرتے ہیں۔ یہاں اور کچھ زیادہ عرض کرنیکی
ضرورت نہیں ہے۔ صرف فردوسی کا ایک شعر لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں اور باقی
اشعار اسکے ضمن میں ہیں آپ خود دیکھ لیجئے گا ؎

چو اندر تبارش بزرگی نبود   نیارست نام بزرگان شنود

وجہ دوم۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ عربی کا ہرگز محاورہ نہیں ہے کہ بدکار
کو ولد الحرام کہتے ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے قاموس (انگریزی وعربی طبع فی المطبعۃ
العلمیہ یوسف ابراہیم صادر۔ بیروت) لفظ Villain کے معنی یوں لکھے
ہیں خبیث، شریر، واطی النسب یعنی شریر کو واطی النسب یعنی حرامی کہتے ہیں۔
منتہی الارب فی لغات العرب "زنیم"۔ مردے بقومے چسپیدہ کہ نہ از ایشاں
باشد۔ پسر خواندہ۔ وناکس، وسخت فرومایہ وبدخو کہ در ناکسی معروف باشد یعنی
زنیم اوسکو کہتے ہیں کہ جو اپنے غیر کو باپ کہے، جو بیٹا نہ ہو اوسکو بیٹا کہیں، نااہل
کمینہ اور جو برائی میں شہرت رکھتا ہو۔ یہ لفظ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے
جو قبل مذکور ہوا۔

وجہ سیوم۔ مولوی صاحب تلاش کرتے ہیں کہ کیا حرام زادہ کہنا اور دوسری
گالی دینا شریفوں کا کام ہے؟ اور یہ محاورہ انبیاء واوصیاء کے استعمال میں
بھی تھا؟"

الجواب۔ مشکل یہ ہے کہ اگر متقدمین کی کسی کتاب میں اس محاورہ کا استعمال

دکھاؤں تو آپ اوس کو شریف ہی نہیں کہیں گے۔ لہذا میں ایسی مثال دیتا ہوں
کہ مولانا اور اسکے قائل کو شریف کے سوا اور کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ لیکن عرض
یہ ہے کہ غصہ نہ ہو جائیں۔ صلح حدیبیہ میں عروہ ابن مسعود ثقفی جب کفار قریش کا
سفیر ہو کر صلح کی بات کرنے آیا ہے تو رسولخدا ص سے یہ کہا انی لاری اشوابا
اخلاطا من الناس ان یفروا منک دعوک۔ ویروی اوباشا تقدیم
الواو علی الباء المھوحدۃ۔ اشوابا الاخلاط من انواع شتی والاوباش الاخلاط
من السفلۃ یعنی میں آپکے پاس ہر قسم کے آدمیوں کا مخلوط گروہ دیکھتا ہوں یہ آپکو چھوڑ کر
بھاگ جاوینگے اور آپ انھیں بلاتے رہ جائیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اشواب
کی جگہ اوباش ہے۔ اشواب قسم قسم کے لوگوں کے خلط ملط کو کہتے ہیں اور اوباش
چھوٹے درجہ کے لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس کلمہ حق کے جواب میں جسکی قرآن
پاک بھی تصدیق کرتا ہے اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم
فی اخرٰکم یعنی جب تم پہاڑ پر چڑھے جاتے تھے اور رسول ص تمہارے پیچھے سے تمکو
پکار رہے تھے مگر تم کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے (سورہ آل عمران رکوع ۱۶)
بہرکیف حق بات بری لگتی ہی ہے اسپر حضرت ابوبکر بگڑ گئے اور رسول ص کی مجلس
میں اوس سے یہ فرمایا امصص بظر اللات یعنی تو لات کی فرج کو چوس۔
(روضۃ الاحباب صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ لکھنؤ و شرح زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ مصر)
شارحین لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا اس گالی میں مبالغہ تھا کہ بجائے مادر عروہ کے
صنم کا ذکر کیا۔

غرض یہ کہ جب ایسی بے موقع و بے محل گالی صحابہ کبار بحضوری رسول مقبول ص
استعمال کریں پھر کون سی گالی ہے جو شرفا کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔
آپ کہیں گے کہ یہ گالی ان الفاظ میں نہیں ہے جو زیر بحث ہے لہذا آپکو ساکت
کرنے کے لئے ایک مثال اور دیکر اس ناملائم کلام کو ختم کرتا ہوں۔
دیکھئے دیوان حافظ مطبوعہ نول کشور پریس سنہ ۱۹۱۴ء صفحہ ۴۲۵ - ہہہہ

بدشمناں منشیں حافظ تولا کن | نجات خویش طلب کن بجان ہشت وچہار
حرامزادہ و بدفعل وشوم و بے بنیاد | بمدح شاہ جہاں کے کجا کند اقرار
متابعت بمنافق چو میکنی بگذر | زیادہ گفتن نامش ہزار استغفار

بہرکیف میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اس طرح کی دشنام دہی اور سب وشتم نامہذب ضرور ہے اور ان دونوں جگہوں میں بضرورت ہے۔ لیکن مسئلہ طب ومسئلہ فقہ کے بیان میں اگر کوئی ذکر عورات کا یا کسی کے فعل کے نتیجہ کا آجاوے تو وہ معیوب نہیں ہے مثلاً قرآن میں کتنی جگہ آیا ہے لفروجھم حافظون سورہ النور رکوع ۴ میں ہے ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء اور اپنی لونڈیوں کو بغا یعنی زنا پر مجبور نہ کرو۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے کسی کو گالی نہیں دی بلکہ ایک مسئلہ فقہی ذکر فرمایا جسکو وجہ چہارم میں انشاءاللہ صاف کئے دیتا ہوں۔

وجہ چہارم ۔ مولانا میں نے امام کی حدیث کو خوب غور سے پڑھا تھا۔ اور اب پھر آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔ میں حق جو ہوں لہذا تجاہل کی ضرورت نہیں اگر واقعی کوئی بات ناحق معلوم ہوگی تو اوس سے علحدہ ہو جاؤں گا۔ تقلیدی مذہب کی خداوند عالم قرآن پاک میں مذمت فرماتا ہے۔

آپ جو جو اقوال امام علیہ السلام کے پیش کرتے ہیں وہ مختلف فتادی ہیں نہ کہ ہر امام ایک ہی امر کو دہرائے جا رہا ہے۔

مثلاً کوئی سوال کرے کہ ایک شخص غصب کردہ زمین پر نماز پڑھتا ہے تو اوسکو نمازی کہیں گے یا تارک الصلوۃ۔ جو لوگ حق اور غصب، حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے وہ کہیں دوسرے فرقے کی مسجد زبردستی دخل کرکے غصب کرتے ہیں۔ کہیں زبردستی دوسرے کی زمین میں قبرستان وغیرہ وغیرہ بناتے ہیں اونکو تو یہ سوال بہت بُرا معلوم ہوگا لیکن جنہیں حق و باطل کی تمیز ہے وہ کہیں گے کہ مسجد مغصوبہ میں نماز پڑھنا فائدہ نہیں دیگا اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنے والے کا درجہ تارک الصلوۃ سے بہتر نہیں ہے۔ لیکن اگر سائل اصل مالک یا متوفی کا دوست ہے

اور اوس سے سوال کرنے پر یہ مسئلہ اوسکو معلوم ہوا تو کہہ سکتا ہے کہ اے دوست میں بھی اوسی مسجد میں نماز پڑھتا ہوں اور وہ مالک یا متولی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں نے تجھکو اجازت دی اور تیرے لئے مباح کردیا تو شوق سے نماز پڑھ اور تارک الصلوٰۃ کے الزام سے محفوظ رہ۔

اسی طرح اگر ایک شافعی پوچھے کہ وہ اپنی زنا سے پیدا لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے تو اوسمیں عدہ ودین مہر وغیرہ کی ضرورت ہو کہ نہیں تو شافعی مفتی جواب دیگا کہ عدہ ودین مہر وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر عقد حرام ہوگا۔ لیکن جو قرآن کو مانتا ہے وہ یہ کہے گا کہ ایسی لڑکی سے عقد ہی حرام ہے۔ اسمیں عدہ ودین مہر وغیرہ کا کیا ذکر ہے اور ایسی لڑکی جو اپنے پیدا کرنے والے سے عقد پر راضی ہو وہ عاہر یعنی زانیہ ہوگی۔ اسی طرح یہ سب مسائل ہیں جنکا آپ ذکر کرتے ہیں۔

مثلاً اول جو میں نے عرض کیا کہ جن لوگوں نے سنت الہیہ قدیمہ کو اولٹ پلٹ دیا اور رسول ؐ کا کلمہ پڑھکر اونکے اولاد کے ساتھ نمک حرامی کی اور صرف اونکو اونکی میراث ہی سے نہیں محروم کیا بلکہ اونپر ہر طرح کے ظلم و ستم ڈھائے تو اونکو مثل حضرت نوح ؑ کے بیٹے کے یہ کہنا کہ یہ سب اپنے باپ کے اہل سے نہیں ہیں بالکل حق و درست ہے۔

اسکے بعد دوسرا مسئلہ ہے جسکا آپ اس مسئلہ میں ذکر کرتے ہیں ہر عقد میں چار چیزونکی ضرورت ہے۔ اول مرد۔ دوسرے عورت جائز۔ تیسرے مہر۔ چوتھے عدہ یعنی قبل نکاح عورت ایک مدت معینہ تک کسی مرد کے پاس نہ گئی ہو۔ اگر ان چار چیزوں میں ایک چیز بھی ناجائز ہو تو نکاح صحیح نہیں ہے۔ اور اس حالت میں مرد اور عورت کا تعلق حرام ہوگا۔ اور اونکی اولاد ولد الزنا۔ مثلاً مرد اور عورت میں ایسا رشتہ ہو کہ خداوند عالم جس سے عقد کو حرام قرار دیتا ہے اور اگر مرد و عورت میں ایسا رشتہ نہ ہو اور عقد جائز ہو لیکن مہر کا ذکر نہ ہو یا مہر مال غصب سے دیا جاوے تو عقد ناجائز۔ اگر یہ سب صحیح ہو اور عورت نے عدہ کی

پابندی نہ کی ہو تو بھی عقد ناجائز۔
اب نئی حدیث میں جو مسئلہ پوچھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو مال مغصوبہ سے مہر ادا کرتا ہے۔ اوس کا عقد کیسا ہوا تو امام نے فرمایا کہ ناجائز اور ناجائز مہر دیکر جس نے تعلق کیا وہ مرتکب زنا کا ہوا - اور جیسا میں نے مسجد مغصوبہ کی مثال سے اوپر عرض کیا ہے ایسے ہی امام علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔ یعنی سوال یہ ہے کہ جنہوں نے امام کا مال اور میراث غصب کر کے اسکو مسلمانوں پر تقسیم کیا تو کیا جائز ہے کہ اوس مال سے مہر ادا کر کے عقد کیا جاوے یا لونڈی خریدی جاوے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں وہ سب حرام ہے اور ایسے مال سے مہر ادا کر کے عورت سے تعلق کرنا زنا سے کم نہیں ہے ۔ تب امام علیہ السلام سے سائل نے سوال کیا کہ میں آپ کا شیعہ ہوں اور مجھکو بھی ایسا مال ملتا ہے تو میں کیا کروں۔ امام نے فرمایا کہ میں تجھپر اپنے مال کو حلال و مباح کرتا ہوں میرا مال اگر میرے دشمنوں سے تجھکو ملجاوے تو تیرے لئے حلال ہے ۔ اسی مسئلہ کے بارے میں جناب امیر علیہ السلام کا بھی قول نہج البلاغۃ میں ہے الا ان کل قطیعۃ اقطعھا عثمان وکل مال اعطاہ من مال اللہ فھو مردود فی بیت المال فان الحق القدیم لا یبطلہ شئ واللہ لو وجدتہ قد تزوج بہ النساء وملک بہ الاماء لرددتہ فان فی العدل سعۃ ومن ضاق علیہ العدل فالجور علیہ اضیق خدا کے مال سے جو زمین اور مال عثمان نے اپنے پرائے کو دئے ہیں اون سب کو بیت المال میں لوٹا دینا چاہئے۔ کیونکہ حق قدیم کسی طرح باطل نہیں ہو سکتا اور نہ غائب ہو سکتا ہے۔ قسم خدا کی اگر میں اوس مال کو پاؤں تو بے شک اوس کو مسلمانوں کو واپس کر دونگا اگر چہ اوسکے ذریعہ سے عورتوں کا عقد کیا گیا ہو اور اس سے لونڈیاں خریدی گئی ہوں کیونکہ عدل میں بہت بڑی وسعت ہے اور جس شخص کے لئے عرصہ عدل تنگ ہے اوسکے لئے عرصہ ظلم و جور اور زیادہ تنگ ہو گا۔
اب تو آپ بھی ابن سوید کے سوال اور امام موسی کاظم علیہ السلام کے جواب کا مطلب

سمجھ گئے کہ یہ سب مسائل اوس وقت کے لوگوں کے عمل کی صحت اور غلطی کو بتاتے ہیں۔ نہ کہ امام علیہ السلام کسی کو گالی دیتے اور برا کہتے ہیں۔

لیکن بڑی مجبوری یہ ہے کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا کا مضمون ہے۔ اب دیکھئے کہ صلح حدیبیہ کے نامہ و پیام کے وقت عروہ ابن مسعود ثقفی نے کسی کا نام لیکر نہیں کہا تھا عام بات کہی تھی کہ اے محمدؐ آپ کے پاس سوا کس و ناکس کے مجمع کے یا اوباش کے مجمع کے اور کسی کو نہیں دیکھتا اور وہ ایسے ہیں کہ وقت پڑنے سے آپکو چھوڑ کر فرار کر جاوینگے اور آپ کے آواز دینے کی بھی پروا نہیں کرینگے۔ واقعی وہ عجب قیافہ شناس تھا کہ جو عمل وہ قبل میں کر چکے تھے اور جسکی قرآن پاک تصدیق کرتا ہے اوسکو اون لوگوں کے چہرہ سے تاڑ گیا۔ اور کوئی صحابی تو کچھ نہ بولا لیکن حضرت صدیق کو غصہ آہی گیا اور ایسے بھپرے کہ نہ رسول خدا کا پاس نہ ایلچی و سفیر کا خیال۔ نہ قرآن کی تعلیم کا لحاظ۔ بولے تو ایسا کلمہ بولے کہ میں اوسکو اپنے رسالہ میں دہرا کر اوسکو ناپاک کرنا نہیں چاہتا۔

اسی طرح امام شافعی بیٹی سے عقد جائز بتا دیں امام ابوحنیفہ محرمات ابدی سے نکاح کرکے دخول کرنے کو بے عیب بتا دیں۔ حضرت عایشہ عورتوں کو فتویٰ دیں کہ جوانمرد کو اپنا پستان چوسا کر محرم بنا دیں یہ سب آپکو منظور و قبول ہے۔ لیکن امام علیہ السلام اگر فرمادیں کہ خداوند عالم اور اوسکے رسولؐ کی مخالفت کرکے نمک حرام اور ابن البغامت ہو۔ غصب کے مال سے مہر دیکر اپنے عقد کو بیکار کرکے ولد الزنا مت پیدا کرو۔ تو آپ لال پیلے ہوتے ہیں۔ خداوند عالم انسان کی سمجھ درست کرے اور اوسکو قرآن اور حکم ربانی و فرمان رسولؐ سے حق حاصل کرنے کی توفیق دے۔

میں آپ ہی سے چند سوالات کرتا ہوں۔ دیکھوں آپ اونکا کیا جواب دیتے ہیں

(۱) ایک شافعی نے اپنی زنا سے پیدا لڑکی سے عقد کیا اور اوس سے اولاد ہوئی وہ اولاد ولد الحلال ہوئی یا ولد الحرام۔

۲- ایک شخص نے اپنی محرمات سے عقد کیا اور اوس سے اولاد ہوئی وہ اولاد سب ولد الحرام ہے یا ولد الحلال۔

۳- ایک شخص نے چوری کرکے مال حاصل کیا اور اوس سے مہر دیکر عقد کیا اور اوس سے اولاد ہوئی وہ سب اولاد ولد الحلال ہے یا ولد الحرام۔

۴- ایک شخص نے ایک زمین غصب کیا اور اوس سے مہر دیکر عقد کیا اور اوس سے اولاد ہوئی وہ اولاد ولد الحلال ہے یا ولد الحرام۔

۵- ان سب عقدوں میں عدہ وغیرہ کو ملحوظ رکھنے سے کوئی فائدہ ہوسکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا و توجروا۔

یہ سب تو حکمی زنا اور ولد الزنا کے احکام ہوئے۔ لیکن ابھی تک آپکو واقعی ولد الزنا جو ہو اوسکے حکم میں اشتباہ ہے۔ لہذا آپکی تشفی کے لئے چند احادیث کا ذکر کرتا ہوں۔

قال رسول الله لاخیر فی ولد الزنا (طبرانی) ولد الزناء لیس منا (دیلمی) ولد الزناء لایدخل الجنة ولا ولده ولا ولد ولده (کشاف) یعنی رسولخدا نے فرمایا کہ ولد الزنا میں بھلائی نہیں ہے۔ ولد الزنا ہم سے نہیں ہے یعنی مومن نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ ولد الزنا اور اوس کا بیٹا اور پوتا داخل جنت نہ ہوگا دیکھا مولانا آپنے کہ امامؑ نے صرف اتنا کہا تھا کہ ولد الزنا جنت میں نہ جائیگا آپ نے صفحے کا صفحہ سیاہ کرڈالا اور یہاں رسولخداؐ فرمارہے ہیں کہ صرف ولد الزنا نہیں بلکہ اوسکی تین پشت تک یعنی خود وہ اوس کا بیٹا اور پوتا جنت میں نہ جائیگا یہ حدیث ایسی نہیں ہے کہ کہیں چھپی پڑی ہے اور محدثین و مفسرین وغیرہ کی اس پر نظر نہ پڑی ہو۔ علقمی نے کوکب منیر شرح جامع الصغیر سیوطی میں جہاں ولد الزنا شر الثلاثة کی شرح کی ہے اوس مقام پر اپنے شیخ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خطابی نے کہا کہ حدیث ولد الزنا کی تاویل میں لوگوں نے اختلاف کیا کہ۔

۱- یہ حدیث اوس شخص خاص کے بارہ میں ہے جو شری مشہور تھا۔ اور بعض نے

کہا کہ ولد الزنا اپنے والدین سے بدتر ہے۔ اسوجہ سے کہ انکو کبھی حد جاری ہو جاتی ہے۔ وہ سزا اونکے گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ اور خبر خدا کو ہی نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائیگا۔ بے شک عبد اللہ ابن عمرو بن العاص سے خدا تعالی کے قول ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس کے باب میں روایت ہے انھوں نے کہا کہ ولد الزنا در جہنم ہے یعنی جہنم کا ایندھن ہے۔ اصل عبارت یہ ہے قال شیخنا قال الخطابی اختلف الناس فی تاویل ھذا الکلام وذھب بعضھم الی ان ذلک جاء فی رجل بعینہ کان موسوما بالشر وقال بعضھم انما صار ولد الزناء شرا من والدیہ لان الحد قد یقام علیھما فتکون العقوبۃ تمحیصا وھذا علم اللہ لاندری مایصنع بہ ومایفعل من ذنوبہ (الی ان قال) وقد روی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی قولہ تعالی ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس قال ولد الزنا لجھنم۔

۲- درمنثور سیوطی اور اللآلی المصنوعہ جلد دویم مطبوعہ ادبیہ مصر صہ ۱۵ کتاب الاحکام والحدود میں ہے۔

عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضرت صلعم نے فرمایا اور ویدر کا عاق کیا ہوا اور طعنہ دینے والا اور ولد الزنا اور دائم الخمر اور قرابت قطع کرنے والا اور محرمات سے مقاربت کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ان احادیث

واخرج عبد الرزاق وابن ابی شیبہ والنسائی والبیھقی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلعم قال لا یدخل الجنۃ عاق والدیہ ومنان ولا ولد الزنا ولامد من خمر ولا قاطع رحم ولامن اتی ذات محرمہ۔

کو جو شتے از خروارے ہیں خلاف مولوی صاحب کی شرط کے پیش کرنے سے میرے تین مقصود ہیں اول یہ کہ مولوی صاحب کی اس شرط سے کہ اونکی کتاب کے حوالہ سے میں جواب دوں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب کی کتابیں کل ان اقوال

اور افعال کی تصدیق کرتی ہیں جن پر مولوی صاحب اسوقت اعتراض کرتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اول حدیث میں ہے کہ یہ شخص خاص کے بارہ میں ہے جو شریر مشہور تھا اوسکو ولد الزنا کہا جیسا میرا دعویٰ ہے کہ شریر کو بھی ولد الزنا۔ ولد الحرام کہتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ کیا وجہ ہے کہ شیعہ اس حدیث ولد الزنا میں نہ تاویل کرتے ہیں اور نہ اوس پر اعتراض کرتے ہیں اور سنت والجماعۃ حضرات کوئی اس حدیث کی تاویل کرتا ہے کوئی اختلاف کرتا ہے اور کوئی قطعی اس سے انکار کرتا ہے اور ہمارے مولوی صاحب تو اپنے ہی میں نہیں رہتے۔ اب میں اس کا جواب ایک حکایت کی شکل میں عرض کر کے اپنے کلام کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو شخص لڑتے ہوئے ایک قاضی کے پاس پہونچے اور وہ ہر ایک دوسرے کو اپنا غلام بتاتا تھا اور اوس پر قبضہ کرنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ قاضی صاحب نے دونوں کو ایک کھڑکی سے سر نکال کر کھڑے ہونے کو کہا اور بعدہٗ ایک جلاد کے ہاتھ میں تلوار دیکر کہا کہ غلام کا سر قلم کر۔ جو غلام تھا فوراً اوس نے اپنا سر کھینچ لیا۔ قاضی صاحب نے اوسکو بت قدم شخص کے حوالہ کیا۔ خداوند عالم انسان کی سمجھ درست کرے اور اوسکو قرآن اور احکام ربانی سے حق حاصل کرنے کی توفیق دے۔

باقی رہا چوری۔ ڈکیتی وغیرہ کرنے پر شیعوں کی بخشایش اور مغفرت کی امید پر جو آپ کو غصہ آتا ہے اوسمیں بیچارے شیعوں کا کیا قصور ہے۔ خود خداوند عالم مالک ارض وسمایہ ارشاد فرماتا ہے۔ سورہ النساء رکوع ۵

ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيا تكم وندخلكم مدخلا كريما یعنی اگر گناہان کبیرہ سے جو تم کو منع کیا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تمہارے اور گناہوں کو معاف کردینگے اور تم کو بہت اچھی عزت کی جگہ پر پہونچا دینگے

پس اس حکم کے مطابق شیعہ سنت الہی میں رد و بدل نہیں کرتے۔ انبیاء کو اور امام کو نہ قتل کرتے ہیں نہ انکوستاتے ہیں اور نہ اونکی میراث کو غصب کرتے ہیں۔ لہذا خداوند عالم اونکے چھوٹے گناہوں کو معاف کر کے اونکو عزت کی جگہ دیگا۔ اور جو خداوند عالم کی آیتوں سے انکار کرتا ہے اور اوسکے حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھتا ہے اوس کے بارے میں یہ حکم ہی سورہ الکہف رکوع ۱۲ الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بایت ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا یعنی وہ لوگ جنکی دنیاوی کوششیں سب اکارت ہوتی ہیں اور وہ اس خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی آیتوں سے اور اوس کے سامنے ہونے سے انکار کرتے ہیں تو اونکا سب کیا کرایا اکارت ہے اور ہم اونکے لئے قیامت میں کوئی وزن نہیں قائم کریں گے (اسلئے کہ جب عمل ہی اکارت ہے تو پھر اوس کا وزن ہی کیا ہے)

آپ کا آیات قرآنی سے انکار اصل رسالہ میں جدول کی شکل میں بہت واضح بیان کر دیا گیا ہے اور اس رسالہ میں بھی مختصراً امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور حضرت عائشہ کے فتاوے سے مخالفت آیات خداوند عالم کی ثابت کر دیا ہے۔ اوس کے بعد عوض غم و غصہ کھانے کے مناسب ہے کہ اپنی اصلاح فرمایئے اور میں خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہر دعویدار اسلام کو توفیق عنایت فرماوے کہ رہرو صراط مستقیم ہو جاوے فقط